نہیں ہو سکتا[1] اس لیے کہ ندا کا تقاضا ہے کہ " یَا " کو کھینچ کر بولا جائے اور لام تعریف کا (بوجہ ھمزۃ الوصل) تقاضا یہ ہے کہ اس سے ماقبل کو اس میں ملا دیا جائے۔ اس لیے، " یا " کی لمبی آواز کو بچانے کے لیے، عربی میں اس " یَا " اور منادیٰ کے درمیان مذکر کے لیے " اَیُّھَا " اور مؤنث کے لیے " اَیَّتُھَا " کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ اور لکھنے میں ان سے پہلے صرف ایک " ی " کا اضافہ ہوتا ہے (یعنی " یَا " کو بحذف الف لکھا جاتا ہے جیسے پڑھا " یَا " ہی جاتا ہے)۔ یعنی ان دونوں لفظوں کو " یاَیُّھا " اور " یاَیَّتُھا " لکھا جاتا ہے۔ اور کبھی یہ ندا کی " یاء " ساقط کر کے صرف " اَیُّھا " اور " اَیَّتُھا " لکھتے (اور بولتے) ہیں۔ اور عملاً یہ صرف ایک حرفِ ندا " یا " کا کام ہی دیتا ہے یعنی " یا " کے ساتھ بھی اور اس کے بغیر بھی یہ " اے " کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اس طرح یہاں " یٰاَیُّھَا النَّاسُ " کا ترجمہ " اے تم / وہ جو لوگ ہو " کرنے کی بجائے صرف " اے لوگو " کیا جاتا ہے۔

[اَلنَّاسُ] کے مادہ، وزن وغیرہ کے بارے میں اس سے پہلے البقرہ: ۸ یعنی ۲ : ۷ : ۱ (۳) میں بحث ہو چکی ہے۔

۲ : ۱۶ : ۱ (۲) [اُعْبُدُوْا] کا مادہ " ع ب د " اور وزن " اُفْعُلُوْا " (ھمزۂ وصل ہونے کی وجہ سے ابتدائی " ا " پر کوئی حرکت نہیں دی گئی۔ بلکہ " النَّاس " کا مضموم " سین " ہی " اعْبُدوا " کے " عین " سے ملا دیا جاتا ہے)۔ اس مادہ سے فعل ثلاثی مجرد عبد یعبد عبادۃً (نصر) اور اس کے معانی وغیرہ کے بارے میں الفاتحہ: ۵ یعنی ۱ : ۴ : ۱ (۲) میں بات ہو چکی ہے۔ قرآن کریم میں اس مادہ (عبد) سے افعال و اسماء کے مختلف صیغے ۲۷۵ جگہ آئے ہیں اور اس کے یہ

---

[1] البتہ " یَااَللّٰہُ " کہہ سکتے ہیں (یعنی ھمزۂ وصل کی بجائے ھمزۂ قطع کے ساتھ) اور اس مقصد (یعنی اللہ عزوجل کو پکارنے) کے لیے شروع میں " یَا " لگانے کی بجائے آخر پر " مّ " لگانا زیادہ بہتر سمجھا جاتا ہے یعنی " اَللّٰھُمَّ " کی صورت میں اس پر مزید بحث آگے آئے گی۔

© rasailojaraid.com

مختلف استعمالات اس کے معانی یعنی "عبادت" کا مفہوم اور اس کے تقاضوں کو سمجھنے میں مدد بھی دیتے ہیں۔

[رَبَّکُمُ] یہ "رَبّ" (پروردگار) + کُمُ (تمہارا، اپنا) سے مرکب ہے۔ کلمۂ "رَبّ" کے مادہ۔ وزن اور معانی وغیرہ پر سورۃ الفاتحہ کی ابتداء میں یعنی ۱:۲:۱(۳) میں بات ہو چکی ہے۔

[الَّذِی] اسم موصول (بمعنی "وہ جو کہ" یا "وہ جس نے کہ") ہے

اسماء موصولہ پر بھی ۱:۱:۶:۱(۱) میں بحث گزر چکی ہے۔

۲:۱۶:۱(۳) [خَلَقَکُمْ] جو "خَلَقَ" (اس نے پیدا کیا) + کُمْ (تم کو) کا مرکب ہے۔ اس میں لفظ "خلق" کا مادہ "خ ل ق" اور وزن "فَعَلَ" ہے۔ اس مادہ سے فعل ثلاثی مجرد خلَق...... یخلُق خَلْقاً (زیادہ تر باب نصر سے) آتا ہے اور اس کے بنیادی معنی تو ہیں "چمڑے (یا کپڑے وغیرہ) سے کوئی چیز کاٹ کر بنانے سے پہلے اس کے ناپ، ڈیزائن اور صورت وغیرہ کا ٹھیک ٹھیک اندازہ کرنا"۔ پھر "مطلقاً کسی چیز کو ایک مقررہ اندازے کے مطابق بنانا" کے لیے استعمال ہوتا ہے اور اس طرح اس میں "(کسی چیز) کو بنانا" یا "......کو پیدا کرنا" کے معنی پیدا ہوتے ہیں۔ چاہے یہ "بنانا یا پیدا کرنا" کسی سابقہ نمونے کے مطابق اور کسی مقررہ مواد (سامان) سے بنانا ہو (جیسے انسان یا حیوان کی نر اور مادہ سے پیدائش) یا کسی نمونے اور سامان کے بغیر بالکل نئے سرے سے (پہلی دفعہ) بنانا یا پیدا کرنا ہو (جیسے زمین یا آسمان کی پیدائش) اور ان (مؤخر الذکر معنوں میں اس (فعل) کا استعمال صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتا ہے۔ تاہم اس بناوٹ یا پیدائش میں بھی ایک پیمائش اور ساخت کی موزونیت کا ٹھیک اور درست اندازہ (تقدیر) کے معنی شامل ہوتے ہیں۔

● عربی زبان میں اس مادہ (خلق) سے فعل باب نصر اور سمع سے (خَلِقَ یَخْلَقُ م "بوسیدہ ہونا" کے معنوں کے لیے اور باب کرم سے (خلُق یخلُق)

id.com

"عمدہ یا موزوں ہونا" کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ مگر قرآن کریم میں "نصر" کے علاوہ کسی دوسرے باب یا اس کے معنوں کے لیے اس کا کوئی فعل استعمال نہیں ہوا۔ البتہ باب "نصر" سے "پیدا کرنا یا بنانا" کے علاوہ۔ ایک آدھ جگہ "گھڑ لینا" کے معنی میں بھی آیا ہے (مثلاً العنکبوت : ۱۷) قرآن کریم میں اس مادہ (خلق) سے فعل ثلاثی مجرد کے افعال و اسماء کے بکثرت صیغے اور باب افتعال اور تفعیل سے ایک دو اسماء مشتقہ سمیت کل ۲۶۱ جگہ مختلف الفاظ وارد ہوئے ہیں۔

[وَالَّذِيْنَ] جو "وَ" (بمعنی "اور") اور "الذین" (بمعنی "وہ سب جو کہ") کا مرکب ہے۔ "وَ" کے معانی پر ۱:۴:۱(۳) میں اور "الذین" (اور دیگر اسماء موصولہ) پر ۱:۶:۱(۱) میں بات ہو چکی ہے۔

[مِنْ قَبْلِكُمْ] جو مِنْ (سے) + قبل (پہلے) + کم (تم) کا مرکب ہے۔ "من" کے معنی اور استعمال پر ۲:۲:۱(۵) میں اور "قبل" کے بارے میں البقرہ : ۴ یعنی ۲:۳:۱(۴) میں بحث گذر چکی ہے۔ آخری "کُمْ" یہاں جمع مذکر حاضر کی ضمیر متصل مجرور ہے۔ اس کا اردو ترجمہ یہاں "تم" ہی ہوگا۔

۲:۱۶:۱(۴) [لَعَلَّكُمْ] یہ "لَعَلَّ" (شاید کہ) + کُمْ (تم) کا مرکب ہے۔ اس میں "لَعَلَّ" حروف مشبہ بالفعل میں سے ایک حرف ہے۔ اور یہ اسی طرح آخری "لام" کی فتحہ (َ) پر مبنی ہوتا ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس کے بنیادی حروف (یا مادہ) "ل ع ل" سے اس "لَعَلَّ" کے سوا اور کوئی فعل یا اسم استعمال نہیں ہوتا۔ تمام حروف مشبہ بالفعل کی طرح "لَعَلَّ" کا اسم ہمیشہ منصوب اور اس کی خبر مرفوع ہوتی ہے۔ معنی کے لحاظ سے اس (لَعَلَّ) میں زیادہ تر توقع[۱] اور "ترجّی" (امید رکھنا) کا مفہوم ہوتا ہے تاہم کبھی یہ امکان[۲] (ممکن ہونا) اور تعلیل[۳] (وجہ بیان کرنا) کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ ان مختلف معانی کو سامنے رکھتے ہوئے اردو میں اس کا بامحاورہ ترجمہ "امید[۱] ہے کہ"، "شاید[۲] کہ"، "عجب[۳] نہیں کہ"، اور "تاکہ[۳]" سے کیا جاتا ہے۔

© rasailojaraid.com

<u>۲:۱۶:۱ (۵)</u> [تَتَّقُوْنَ] کا مادہ "و ق ی" اور وزن اصلی "تَفْتَعِلُوْنَ" ہے۔ اس کی اصلی شکل "تَوْتَقِیُوْنَ" تھی۔ جس میں پہلی واو ساکنہ کو "ت" میں بدل کر مدغم کر دیتے ہیں (یہ قاعدہ مثال واوی سے باب افتعال کے تمام افعال میں اور مہموز کے صرف "اخذ" سے افتعال میں جاری ہوتا ہے یعنی اہلِ عرب ان افعال کو یوں بولتے ہیں) اس طرح "تَوْتَ" "تَتَّ" ہو جاتا ہے۔ اور باقی حصے (قِیُوْن) میں "ق" کی کسرہ ہونے کی بناء پر "ی" کو دے کر خود اس "ی" کو گرا دیا جاتا ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ کسی بھی ناقص فعل کے واو الجمع والے صیغوں میں (جس میں فعل ماضی کا جمع مذکر غائب، فعل مضارع کے جمع مذکر غائب اور حاضر اور فعل مضارع کا جمع مذکر حاضر شامل ہیں)، اصل لام کلمہ ("و" یا "ی") کو گرا دیا جاتا ہے اور اگر اس سے پہلا حرف ــــ جو عین کلمہ ہوتا ہے ــــ مکسور ہو تو اسے مضموم کر دیا جاتا ہے (فتحہ یا ضمہ ہو تو اسے اسی طرح رہنے دیتے ہیں)۔ ناقص واوی ہو یا یائی سب کے واو الجمع والے صیغوں کو عرب لوگ اسی طرح بدل کر بولتے ہیں اور ان کے اسی تلفظ کے طریقے سے گرامر والوں نے مندرجہ بالا قاعدہ تعلیل نکالا ہے ــــ اسی قاعدہ کے تحت ہمارے زیر مطالعہ لفظ کا آخری حصہ "قِیُوْنَ" سے "قُوْنَ" ہو جاتا ہے اور مندرجہ بالا دونوں تبدیلیوں (تَوْتَ سے "تَتَّ" اور قِیُوْن سے "قُوْنَ") کے بعد پورا لفظ "تَتَّقُوْنَ" کی شکل میں استعمال ہوتا ہے۔

● اس مادہ (و ق ی) کے فعل ثلاثی مجرد کے باب، معنی اور استعمال پر البقرہ: ۲ یعنی <u>۲:۱:۱ (۷)</u> میں بات ہو چکی ہے۔ "متقین" کی طرح "تتقون" بھی باب افتعال سے ہے۔ اور اس مادہ (و ق ی) سے باب افتعال کے فعل "اِتَّقَی ...... یَتَّقِی اِتِّقَاءً" (دراصل اِوْتَقَی یَوْتَقِی اِوْتِقَاءٌ) کے بنیادی معنی ہیں "...... سے بچنا"۔ پھر اردو محاورے میں بعض دفعہ اس کا ترجمہ "...... سے ڈرنا" بھی کر لیا جاتا ہے۔ تاہم اصل بنیادی معنوں کو سامنے رکھتے ہوئے اردو مترجمین "اِتِّقَاء" (مصدر) کا ترجمہ اکثر "بچنا، پرہیزگار بن جانا، پرہیزگاری پکڑنا، پرہیزگار ہونا، پرہیزگاری

ملنا" سے کرتے ہیں ۔ "بچنا" کے ساتھ ترجمہ کرتے وقت مفعول بہ (جس سے بچنا مقصود ہے) اگر مذکور نہ ہو (جیسے یہاں ہے) تو اس کا تعین عبارت کے سیاق و سباق سے کرلیا جاتا ہے۔ مثلاً یہاں (آیت زیر مطالعہ میں) "دوزخ یا عذاب" (سے بچنا) مراد لیا جا سکتا ہے۔

[الَّذِیْ] کا ترجمہ "وہ جو کہ" / "وہ جس نے کہ" ہوگا نیز دیکھئے : ۱:۶:۱(۱)۔

[جَعَلَ] کا مادہ "ج ع ل" اور وزن "فَعَلَ" ہے۔ یعنی یہ ماضی معروف کا پہلا (واحد مذکر غائب) صیغہ ہے۔ اس مادہ سے فعل ثلاثی مجرد (جَعَل .... یجعَل جَعْلًا) کے باب اور معنی و استعمال پر البقرہ : ۱۹ یعنی ۲:۱۴:۱(۶) پر بات ہو چکی ہے۔

[لَکُمْ] جو لام الجر (لِ) بمعنی "کے لیے" + کُمْ (تمہارا، تمہارے) کا مرکب ہے۔ لام الجر ضمائر کے ساتھ ہمیشہ مفتوح آتا ہے۔ اس کے معانی اور استعمال پر الفاتحہ : ۲ ـــ ۱:۲:۱(۴) پر بات ہو چکی ہے۔

[الْاَرْضَ] کا مادہ "أرض" اور وزن (لام تعریف کو نکال کر) "فَعْلٌ" ہے۔ اس مادہ سے فعل وغیرہ اور لفظ "ارض" کے معنی وغیرہ کے بارے میں البقرہ: ۱۱ کے ضمن میں ۲:۹:۱(۴) پر بحث گزر چکی ہے۔ یہاں "الارض" کا ترجمہ "زمین" یعنی کرۂ ارضی سے کیا جا سکتا ہے۔

۲:۱۶:۱(۶) [فِرَاشًا] کا مادہ "ف ر ش" اور وزن "فِعالٌ" ہے (جو یہاں بوجہ نصب "فِعالًا" ہو گیا ہے)۔ اس مادہ سے فعل ثلاثی مجرد فرَش.... یفرُش فِراشًا (باب نصر اور ضرب سے) آتا ہے اور اس کے معنی ہیں "..... کو بچھانا، پھیلانا"۔ لفظ "فَرْشٌ" (جو اردو میں عام مستعمل ہے) اسی فعل کا ایک مصدر ہے جو بمعنیٔ اسم مفعول (مَفْرُوش = بچھایا ہوا) استعمال ہوتا ہے۔ اور زیر مطالعہ لفظ "فِراش" بھی اسی فعل کا مصدر ہے اور "فرش" کے (اردو والے)

© rasailojaraid.c

معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اس لیے اس کا اردو ترجمہ "بچھونا یا فرش" ہی کیا جاتا ہے۔

● قرآن کریم میں اس مادہ سے فعل ثلاثی مجرد کا صرف ایک صیغہ آیا ہے (الذاریٰت:۴۸)۔ البتہ "فرش، فِراش، فُرُش (جو فرش کی جمع ہے) اور الفَرَاش (جو فراشۃ کی جمع ہے) کے کلمات چار پانچ جگہ آئے ہیں۔ لفظ "فَرْش" اور "فراش" کے بچھونے کی بجائے کچھ اَور معنی بھی ہوتے ہیں اور ان کا ذکر اپنی جگہ آئے گا۔

(الانعام : ۱۴۲ اور القارعہ : ۴)

۱۶:۲ ۱:۱ (۷) [وَالسَّمَآءَ] میں "وَ" تو عاطفہ (بمعنی "اور") ہے اور "السماء" کا مادہ "س م و" اور وزن (لام تعریف نکال کر) "فَعَال" ہے۔ اصلی شکل "سَمَاوٌ" تھی مگر الف ممدودہ کے بعد آنے والی "و" (اور "ی" بھی) "ء" کی شکل میں لکھی اور بولی جاتی ہے۔ اس مادہ (سمو) سے فعل ثلاثی مجرد "سَمَا یَسْمُوْ سُمُوًّا (دراصل سمَوَ یسمُوُ) باب نصر سے آتا ہے اور یہ "بلند ہونا، اونچا ہونا" اور چند دیگر معنوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جن کا ذکر "بسم اللہ" کی بحث میں سورۃ الفاتحہ کے شروع میں ہو چکا ہے [۱:۱:۱(۱) میں]۔ تاہم قرآن کریم میں اس فعل مجرد کا کوئی صیغہ استعمال نہیں ہوا۔ مزید فیہ (تفعیل) کے کچھ صیغے آئے ہیں جن کا ذکر اپنی جگہ آئے گا۔ انشاء اللہ۔

لفظ "السماء" (یا "سماء") اگرچہ عربی زبان میں متعدد معنی رکھتا ہے (مثلاً آسمان، چھت، گھوڑے کی پیٹھ، بادل، بارش وغیرہ)، تاہم اردو میں اس کا ترجمہ "آسمان" ہی کیا جاتا ہے اور قرآن کریم میں یہ زیادہ تر استعمال بھی ان ہی معنوں میں ہوا ہے۔ قرآن کریم میں یہ لفظ (سماء) اور اس کی جمع "سماوات" معرفہ نکرہ مختلف صورتوں میں تین سو سے زیادہ دفعہ آئے ہیں۔ عربی میں لفظ "سماء" بیشتر مؤنث (سماعی) ہی استعمال ہوتا ہے اور اس کی جمع مؤنث سالم آنے کی وجہ یہی ہے۔ اگرچہ اس کی جمع مکسر "اَسْمِیَۃ، سُمِیٌّ اور سِمِیّ" وغیرہ بھی آتی ہے

تاہم قرآن کریم میں یہ (جمع مکسر) کہیں استعمال نہیں ہوئی۔ قرآن کریم میں غالباً صرف ایک جگہ (المزمل: ۱۸) یہ لفظ (سماء) مذکر بھی استعمال ہوا ہے۔ یعنی اس کی تذکیر یا تانیث دونوں جائز ہیں۔

۲:۱۶:۱(۸) [بِنَاءً] کا مادہ "ب ن ی" اور وزن "فِعَالٌ" ہے۔ (فِراش کی طرح) اس کی اصلی شکل "بِنَایٌ" تھی جس میں الف ممدودہ کے بعد والی "ی" عربوں کے تلفظ کے قاعدے کے مطابق "ء" میں بدل گئی ہے۔ اس مادہ سے فعل ثلاثی مجرد "بَنَی...... یَبْنِیْ بِنَاءً و بُنْیَانًا" (باب ضرب سے) آتا ہے اور اس کے بنیادی معنی ہیں: .... (مکان یا دیوار وغیرہ) ..... کو تعمیر کرنا یا بنانا۔ اس فعل مجرد سے مختلف صیغے قرآن کریم میں گیارہ جگہ اور جامد و مشتق اسماء کے صیغے بھی گیارہ ہی جگہ آئے ہیں۔

لفظ "بناء" دراصل تو فعل ثلاثی مجرد کا مصدر ہے مگر یہ بمعنیٰ اسم مفعول استعمال ہوتا ہے (مصدر اسم الفاعل اور اسم المفعول دونوں طرح استعمال ہو سکتا ہے)، یعنی یہ لفظ تعمیر کردہ مکان یا عمارت اور کبھی صرف "چھت" کے معنی میں بھی آتا ہے۔

[وَ اَنْزَلَ] میں "وَ" عاطفہ بمعنیٰ "اور" ہے۔ اور "اَنْزَلَ" کا مادہ "ن ز ل" اور وزن "اَفْعَلَ" ہے۔ اس مادہ سے فعل ثلاثی مجرد (نَزَلَ یَنْزِلُ نُزُولاً = اترنا)، اور اس سے باب اِفعال (جس سے یہ فعل "اَنْزَلَ" ہے)، کے معنی واستعمال وغیرہ کی البقرہ: ۴ یعنی ۲:۳:۱(۲) میں وضاحت کی جا چکی ہے۔

_____ یہاں اس (زیر مطالعہ) آیت میں بعض مترجمین نے "اَنْزَلَ" کا ترجمہ "اتارا" کی بجائے "برسایا" سے کیا ہے جو محاورہ اور مفہوم کے لحاظ سے درست ہے اگرچہ اصل لفظ سے قدرے ہٹ کر ہے۔

[مِنَ السَّمَآءِ] یہ "مِنْ" (سے) + "السَّمَاء" (آسمان) سے مرکب ہے۔ "مِنْ" کے معانی و استعمالات پر ۲:۲:۱(۵) میں اور لفظ "السماء" کے مادہ اور معنی وغیرہ پر ابھی اوپر ـــــ ۲:۱۶:۱(۷) میں بات ہو چکی ہے۔

© rasailojaraid.

۲: ۱۶: ۱ (۹) [**مَاءً**] کا مادہ "م و ہ" اور وزنِ اصلی "فَعَلٌ" ہے اس کی اصلی شکل "مَوَہٌ" تھی جس میں "واو متحرکہ ماقبل مفتوح الف میں بدل گئی اور آخری "ہ" خلافِ قیاس "ء" میں بدل دی گئی ہے"۔ اسی لیے "ماءٌ" کی جمع مکسر "مِیاہٌ" اور "امواہٌ" آتی ہے [قرآن کریم میں اس لفظ (ماء) سے جمع کا کوئی صیغہ کہیں استعمال نہیں ہوا]۔

اس مادہ (م و ہ) سے فعل ثلاثی مجرد "ماہَ یمُوہُ مَوهًا" (باب نصر سے اور دراصل "مَوَہَ یمُوُہُ") اور "ماہَ یَماہُ مَوْهًا" (باب سمع سے اور دراصل "مَوِہَ یمُوَہُ") آتا ہے۔ اور اس کے کئی معنی ہوتے ہیں مثلاً "کنویں میں پانی کا زیادہ ہونا" یا "کشتی میں پانی آجانا" وغیرہ۔

● قرآن کریم میں اس مادہ سے فعل مجرد یا مزید فیہ کا کوئی فعل کہیں استعمال نہیں ہوا۔ بلکہ اس مادہ (م و ہ) سے صرف یہی ایک لفظ "ماء" معرفہ نکرہ مفرد اور مرکب شکل میں کل ۶۳ جگہ وارد ہوا ہے۔ اس لفظ (ماء) کا اردو ترجمہ "پانی"، انگریزی "" اور فارسی "آب" ہے۔ اور کبھی یہ بمعنیٔ "عرق" بھی استعمال ہوتا ہے۔ زیرِ مطالعہ آیت میں بعض اردو مترجمین نے اس (ماء) کا ترجمہ "مینہ یا بارش" سے کیا ہے جو مفہوم اور محاورہ کے لحاظ سے اور سیاقِ عبارت کی وجہ سے درست ہے۔ اگرچہ اصل لفظ سے ہٹ کر ہے۔

۲: ۱۶: ۱ (۱۰) [**فَاَخْرَجَ بِہٖ**] یہ ایک پورا فقرہ ہے جو دراصل چار کلمات پر مشتمل ہے یعنی یہ "فَ" (پس) + "اَخْرَجَ" (اس نے نکالا) + "بِ" (.... کے ساتھ، ..... سے) + "ہٖ" (اس) کا مرکب ہے ان چار کلمات میں سے دو (فا اور با یعنی "فَ" اور "بِ") تو حرف ہیں ایک ("ہ") اسم (ضمیر) ہے اور ایک (اَخْرَجَ) فعل ہے۔ ہر ایک کلمہ کے معنی و استعمال کی تفصیل یوں ہے :-

(۱) فا [فَ] بنیادی طور پر تو ایک حرفِ عطف ہے جو دو مفرد یا مرکب اسماء یا دو افعال یا دو جملوں کو ایک دوسرے سے ملانے کا کام دیتا ہے۔ بلحاظ معنی اس

d.com

کی خصوصیت "ترتیب" ہے۔ یعنی یہ دو (یا زیادہ) چیزوں یا "فعلوں" میں پہلے، دوسرے تیسرے وغیرہا کا مفہوم رکھتا ہے اس صورت میں اس کا اردو ترجمہ عموماً "پس"، پھر اور کبھی "اور" سے بھی کیا جا سکتا ہے۔ جیسے جاءَ زیدٌ فبکرٌ۔ یا جاءَ زیدٌ فجلَس میں ہے۔

(۲) اس (ف) کی دوسری معنوی خصوصیت "تعقیب" ہے۔ یعنی یہ دوسری چیز یا دوسرے فعل کا ظہور یا وقوع پہلی چیز یا فعل کے (فوراً) بعد ہونے کا مفہوم دیتا ہے۔ سوائے کسی قدرتی دقفہ کے جو پہلے اور دوسرے فعل کے درمیان ہو۔ مثلاً تزوَّجَ فوُلِدَ لہٗ (اس نے شادی کی پھر اس کا بچہ ہوا)۔ اس صورت میں یہ (فَ) "ثُمَّ" کے معنی میں ہی استعمال ہوتا ہے۔ اس صورت میں اس کا اردو ترجمہ "پھر"، "اس کے بعد"، "پس" سے کیا جا سکتا ہے۔

(۳) اس (ف) کی تیسری معنوی خصوصیت "سببیت" ہے یعنی اس (فَ) کے بعد والی بات اس سے پہلے والی بات کا سبب ہونا ظاہر کرتی ہے۔ کبھی اس کے برعکس "فَ" سے ماقبل والی بات اس کے مابعد والی بات کا سبب ہوتی ہے اور کبھی (بعض خاص شرائط کے ساتھ جن کی تفصیل کتب نحو میں ملتی ہے) "سببیت" کے معنی دینے والی "فَ" (فاء السببیۃ) فعل مضارع کو نصب بھی دیتی ہے (یعنی جب کسی کام کا نتیجہ فعل مضارع کی صورت میں بیان ہو رہا ہو تو)۔ ان (سببیت کی) صورتوں میں اس "فا" (فَ) کا اردو ترجمہ "تو پھر"، "اس لیے"، "چنانچہ"، "مبادا (ایسا نہ ہو کہ)"، "اس بنا پر"، "تاکہ" سے کیا جا سکتا ہے۔

(۴) کبھی یہ (ف) کسی شرط کے جواب میں حرفِ ربط کا کام دیتی ہے۔ اس وقت اس کا اردو ترجمہ "تو"، "تو پھر" یا "تب" سے ہو سکتا ہے۔

(۵) اور کبھی "واو الاستیناف" کی طرح یہ فا (فَ) بھی مستأنفہ ہوتی ہے یعنی اس سے ایک نئے جملے کا آغاز ہوتا ہے۔ اس وقت اس کا ترجمہ "پس"، "سچ مچ" کر سکتے ہیں۔

© rasailojaraid

(۶) اور کبھی یہ (فَ) " اِذا فجائیہ " (بمعنی تو اچانک، پس ناگہاں) کے شروع میں لگتی ہے اور " اَمَّا " کے جواب میں آنے والے جملے کے شروع میں تو اس (فَ) کا لگانا لازمی ہوتا ہے۔

ان مختلف استعمالات کو سامنے رکھتے ہوئے اس " فا " (فَ) کا اردو ترجمہ حسبِ موقع " پس، پھر، تو پھر، اور، تب، یوں، چنانچہ، اس لیے، تاکہ، بعد میں، کم از کم، مبادا، ورنہ تو، سچ مچ " کی صورت میں کیا جاتا ہے۔

[اَخْرَجَ] کا مادہ " خ ر ج " اور وزن " اَفْعَلَ " ہے۔ یعنی یہ اس مادہ (خ ر ج) سے باب اِفعال کا فعل ماضی معروف کا پہلا (واحد مذکر غائب کا) صیغہ ہے۔ اس مادہ سے فعل ثلاثی مجرد خَرَجَ یَخْرُجُ خُرُوْجًا (باب نصر سے) آتا ہے اور اس کے بنیادی معنی ہیں " نکلنا "، " باہر نکل آنا " یا " نکل جانا "۔ اور یہ ہمیشہ بطور فعل لازم استعمال ہوتا ہے (یعنی اس سے فعل مجہول نہیں بنتا) بعض صلات (مثلاً فی، علی) کے ساتھ یہ بعض دوسرے معانی (مثلاً ماہر ہونا، بغاوت کرنا وغیرہ) کے لیے بھی آتا ہے۔ مگر ان کے مفہوم میں یہ بنیادی معنی (نکلنا والے) شامل ہوتے ہیں۔

● " اَخْرَجَ " اس مادہ سے باب افعال کا فعل ہے۔ بابِ افعال سے اس فعل " اَخْرَجَ ...... یُخْرِجُ اِخْرَاجًا " کے مشہور معنی تو ہیں " ..... کو نکالنا ' ..... کو نکال دینا '، ..... کو نمایاں کرنا "۔ اگرچہ یہ بعض دوسرے معنوں کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ تاہم وہ (دوسرے) معنی قرآن کریم میں نہیں آئے۔ یہاں (زیرِ مطالعہ آیت میں) بعض مترجمین نے اس فعل (اَخْرَجَ) کا ترجمہ " پیدا کرنا " سے کیا ہے (یعنی پیدا کئے پھل)۔ یہ صرف مفہوم یا محاورہ کے لحاظ سے ہی درست ہے ورنہ لفظی معنی تو " نکالنا " ہی ہیں۔ اور شاید یہی وجہ ہے کہ اکثر نے اس کا ترجمہ یہاں " نکالنا " کے ساتھ ہی کیا ہے۔

[بِهٖ] اس میں آخری ضمیر مجرور (ہ) کا ترجمہ تو یہاں " اس " ہوگا اور " با "

(بِ) کے معنی (یہاں) "کے ساتھ، کے سبب سے، کے ذریعے" ہیں۔ اس (ب یا "با") کے معانی و استعمالات پر اس سے پہلے استعاذہ کی بحث میں بات ہو چکی ہے۔

۱:۱۶:۲ (۱۱) [**مِنَ الثَّمَرَاتِ**] یہ مِنْ (میں سے) + الثمرات (پھلوں) سے مرکب ہے۔ "مِن" کے معانی و استعمال پر "استعاذہ" کے ضمن میں نیز البقرہ : ۳ یعنی ۲ : ۲ : ۱ (۵) میں بات ہو چکی ہے۔ اور "ثَمَرَاتٌ" (جس کی معرف باللام مجرور شکل ہی "الثمراتِ" ہے) کا مادہ "ث م ر" اور وزن "فَعَلاتٌ" ہے اور یہ لفظ "ثَمَرَةٌ" بروزن "فَعَلَةٌ" کی جمع مؤنث سالم ہے۔

● اس مادہ (ثمر) سے فعل ثلاثی مجرد عموماً "ثَمَر یثمُر ثُمُوراً" (باب نصر سے) آتا ہے۔ اور اس کے معنی "(درخت کا) پھل لانا" اس کے پھل لگنے یا پکنے کا وقت آنا" ہوتے ہیں مثلاً کہیں گے "ثَمَرالشجرُ (درخت پر پھل لگا)۔ اور ثَمِر یثمَر (باب سمع سے) "پھلنا پھولنا، زیادہ ہونا (دولت وغیرہ کا)" کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ تاہم قرآن کریم میں اس مادہ سے فعل مجرد کا کسی طرح کا کوئی صیغہ استعمال نہیں ہوا۔ البتہ بابِ افعال سے فعل ماضی کے ایک دو صیغے آئے ہیں (الانعام : ۹۹، ۱۴۱) ان پر اپنی جگہ بات ہوگی ان شاء اللّٰہ تعالےٰ۔

● کسی بھی درخت یا پودے کے پھل کو عربی میں "ثَمَرٌ" کہتے ہیں۔ یعنی "ثَمَرٌ" بلحاظ جنس ہر اس چیز کو کہیں گے جو کسی درخت کا پھل (کہلاتی) ہے۔ اس میں سے کچھ پھل یا ایک پھل کی بات کرنا ہو تو اسے عربی میں "ثَمَرَةٌ" کہتے ہیں۔ اور اس آخری "ۃ" کو تائے وحدت کہتے ہیں۔ ایک پھل یا کچھ پھل کی جمع بنانا ہو تو انہیں "ثَمَرَاتٌ" (یعنی چند پھل) کہتے ہیں ـــ یہ کسی شے کی پوری جنس میں سے اسی جنس کی کسی ایک چیز کو بذریعہ تائے وحدت ذکر کرنے والا قاعدہ قرآن کریم میں کئی جگہ استعمال ہوا ہے۔ مثلاً "شَجَرٌ" (جنس درخت ـــ ہر وہ شے جو درخت کہلاتی ہے) اور "شَجَرَةٌ"

© rasailojaraid.c

(کوئی ایک درخت) اسی طرح " بَقَرٌ " (جنس یعنی وہ تمام جانور جو گائے یا بیل کہلاتے ہیں) اور " بَقَرَۃٌ " (جنس بقر سے ایک جانور) وغیرہ ۔ اس قسم کے بہت سے الفاظ آگے چل کر ہمارے سامنے آئیں گے ۔

بعض مترجمین نے " پھلوں " کے عام مفہوم کی بجائے " ثمرات " کا ترجمہ " میوے " کیا ہے جو اردو میں خاص خاص درختوں کے پھل یا پھل کی خاص قسموں کے لیے استعمال ہوتا ہے کیونکہ ہر " میوہ " (کسی درخت یا پودے کا) پھل ہوتا ہے مگر ہر (درخت یا پودے کا) پھل میوہ نہیں کہلاتا ۔ لفظ " ثَمرٌ " ، " ثمرۃ " ، " ثمرات " اور " الثمرات " (بصورت واحد جمع مفرد مرکب) قرآن کریم میں کل ۲۲ جگہ آئے ہیں ۔

[رِزْقًا لَّكُمْ] اس میں " لَکُمْ " تو جارّ (لِ) اور مجرور (کم) بمعنی " تمہارے لیے " ہے ۔ لام الجر (لِ) کے معنی و استعمال پر الفاتحہ : ۲ یعنی ۱:۲:۱(۴) میں بات ہوئی تھی ۔

اور " رِزْقًا " کا مادہ " ر ز ق " اور وزن " فِعْلًا " ہے جو لفظ " رِزْقٌ " (بروزن فِعْلٌ) کی منصوب شکل ہے ۔ اس مادہ (رزق) سے فعل ثلاثی مجرد " رَزَق ...... یرزُق رِزْقًا " (روزی دینا ، عطا کرنا) کے معنی وغیرہ اس سے پہلے البقرہ : ۳ یعنی ۲:۲:۱(۶) میں بیان ہو چکے ہیں ۔ یہاں " رِزْقًا " اسی فعل مجرد کا مصدر ہے ۔ اس کے (عبارت میں) معنی کا تعین " الاعراب " کے ذریعے ہوگا یعنی وہاں بیان ہوگا ۔

[فَلَا تَجْعَلُوْا] کے شروع کی " فا " (ف) تو عاطفہ ہے (بمعنی پس ، یا اس لیے) ہے اور " لا تَجْعَلوا " کا مادہ " ج ع ل " اور وزن اس کا " لا تفْعَلُوا " ہے ۔ یعنی یہ اس مادہ کے فعل مجرد سے فعل نہی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے ۔ اس مادہ سے فعل ثلاثی مجرد کے مختلف معانی اور استعمالات پر البقرہ:۱۹ کے تحت ۲:۱۴:۱(۷) میں بات ہو چکی ہے ۔ یہاں یہ فعل بنانا ، مقرر کر لینا کے معنی

میں استعمال ہوا ہے۔

[لِلّٰہِ] جو لام الجر (لِ) اور اسم جلالت (اللہ) کا مرکب ہے اس کے معنی وغیرہ الفاتحہ کے شروع میں ۱:۲:۱(۴) میں بیان ہو چکے ہیں۔

۱۶:۲ ۱:۱۲(۲) [اَنْدَادًا] کا مادہ "ن د د" اور وزن "اَفْعَالًا" ہے۔ جو لفظ "نِدٌّ" (بر وزنِ فِعْلٌ) کی جمع مکسر (کی منصوب شکل) ہے۔

اس مادہ سے فعل ثلاثی مجرد "نَدَّ یَنِدُّ نَدًّا" (باب ضرب سے) "اونٹ کا بھاگ کر جدھر منہ آئے چلے جانا" کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے تاہم قرآن کریم میں اس مادہ سے کسی قسم کے فعل (مجرد یا مزید فیہ) کا کوئی صیغہ کہیں استعمال نہیں ہوا۔

کلمہ "نِدٌّ" (جو زیر مطالعہ لفظ "انداد" کا مفرد ہے) اس مادہ (ندد) سے ایک اسم جامد ہے اور اس کے معنی ہیں "مثل" یا "نظیر"۔ اس لفظ (نِدٌّ) کے ہم معنی لفظ ندید بھی ہے [مگر یہ "ندید" قرآن کریم میں کہیں نہیں آیا۔ ویسے لفظ "نِدّ" بصیغہ واحد بھی قرآن کریم میں کہیں نہیں آیا۔ البتہ اس کی جمع "انداد" قرآن کریم میں چھ جگہ آئی ہے۔

کسی شے کا "نِدّ" (یا ندید) اسے کہتے ہیں جس میں اس شے سے ایک خاص قسم یا خاص نوعیت کی (جوہری یا بنیادی) مماثلت ہو اور جس میں کسی بھی قسم کی مماثلت (اور مشابہت) ہو اسے اس کی "مِثْل" کہتے ہیں اس تعریف اور معنی کی رو سے ہر "نِدّ" مثل ہے ــــــــ مگر ہر مثل "نِدّ" نہیں ہے۔ یہ باریک فرق راغب نے "مفردات" میں بیان کیا ہے۔ (دیکھئے مادہ "ندد") اسی فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے اردو مترجمین نے "نِدّ" کا ترجمہ "شریک"، "برابر"، "مقابل"، "ہم پلہ"، "ہم سر" یا "برابر والا" سے کیا ہے جو "نِدّ" کے پورے مفہوم کو واضح کرتے ہیں۔ جو محض "مانند" یا "جیسا" یعنی "مثل" کے مفہوم سے بالکل جدا ہے۔

[وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ] اس کی ابتدائی واو (وَ) کے معنوں

© rasailojaraid.com

کا تعین ابھی آگے بحث " الاعراب" میں ہوگا۔

"اَنْتُمْ" جو جمع مذکر مخاطب کے لیے ضمیر مرفوع منفصل ہے اور جس کا اردو ترجمہ "تم" ہے۔ یہ لفظ دراصل "اَنْتُمُوْ" تھا مگر لکھنے اور بولنے میں اس کی آخری "و" گرا کر "م" کو ساکن کر دیا جاتا ہے۔ البتہ جب یہ ضمیر متصل مرفوع (بشکل "انتم") یا منصوب (بشکل "کُمْ") بعض خاص کلمات سے پہلے آئے تو اس کی یہ "واو" (میم الجمع کے بعد) لَوٹ آتی ہے اور اسے "تُمُوْ" یا "کُمُوْ" پڑھتے ہیں۔ اس کی مثالیں آگے چل کر ہمارے سامنے آئیں گی۔

[تَعْلَمُوْنَ] کا مادہ "ع ل م" اور وزن "تفعلون" ہے۔ اس مادہ سے فعل ثلاثی مجرد "علِم..... یعلَم عِلمًا (باب سمع سے) آتا ہے۔ اور اس کے معنی "......کو جاننا، جان لینا، سمجھ لینا" ہوتے ہیں۔ یہ فعل ہمیشہ متعدی ہوتا ہے۔ البتہ اس کا مفعول عموماً تو بنفسہ (بغیر صلہ کے) آتا ہے مگر کبھی یہ "باء" (ب) کے صلہ کے ساتھ بھی آتا ہے یعنی "عَلِمَہ اور علم بہ" دونوں طرح کہہ سکتے ہیں۔ قرآن کریم میں یہ فعل زیادہ تر بغیر صلہ کے مگر بعض جگہ صلہ (ب) کے ساتھ بھی استعمال ہوا ہے۔ اس مادہ (علم) اور اس کے فعل ثلاثی مجرد کے بعض معانی پر الفاتحہ: ۲ [۱:۲:۱ (۴)] اور البقرہ: ۱۳ یعنی ۲:۱۰:۱ (۳) میں بھی بات ہوئی تھی۔

ڈاکٹر اسرار احمد کا نہایت اہم خطاب

جہاد بالقرآن

کتابی صورت میں دستیاب ہے

صفحات: ۵۶ سفید کاغذ، عمدہ طباعت، قیمت فی نسخہ -/۵ روپے

تنظیمِ اسلامی

کا سولہواں ۱۶ سالانہ اجتماع

جمعہ ۲۲ ر تا سوموار ۲۵ ر فروری ۹۱ء

قرآن اکیڈمی ۳۶ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

میں منعقد ہوگا۔ اور

امیر تنظیم اسلامی

ڈاکٹر اسرار احمد

کی افتتاحی تقریر

جمعہ ۲۲ ر فروری کو ٹھیک گیارہ بجے صبح قرآن اکیڈمی کی جامع مسجد

میں شروع ہوگی اور بعد ازاں روزانہ دو اجلاس ہوں گے:

پہلا صبح ۹ بجے تا ایک بجے دن ● دُوسرا نماز مغرب تا نمازِ عشاء

(نمازِ عشاء تاخیر سے ادا کی جائے گی۔)

کوئی اجلاس خاص یا خفیہ نہیں!

ع "صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لیے!"

(خواتین کے لیے پردہ کا اہتمام ہوگا)

© rasailojaraid.com

FEBRUARY Regd No. L. No. 8193

MONTHLY
HIKMAT_E_QURAN
LAHORE

VOL. 10
NO. 2

طالبانِ قرآن کے لیے خوش خبری

اِن شاء اللہ العزیز ــــــ اس سال ماہ رمضان المبارک میں

ڈاکٹر اسرار احمد

نمازِ تراویح کے ساتھ دورۂ ترجمۂ قرآن

کراچی میں انجمن کے زیرِ تعمیر قرآن اکیڈمی

واقع خیابانِ راحت، درخشاں، مرحلہ ۶ ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی

میں مکمل کریں گے ــــــ اور ــــــ اس کے ساتھ اسی مقام پر

ہفتہ ۱۶ مارچ تا ہفتہ ۱۳ اپریل ۱۹۹۱ء

اقامتی قرآنی تربیت گاہ

بھی منعقد ہوگی۔ جس میں رات کے "بیانِ القرآن" پر مذاکرے کے علاوہ دیگر تعلیمی اور تدریسی پروگرام بھی جاری رہیں گے اخراجاتِ طعام -/۵۰۰ روپے ہوں گے۔ چونکہ اقامتی گنجائش بہت محدود ہے، اور ایک محدود تر تعداد میں غیر مستطیع شرکاء کی مُفت ضیافت کی کوشش بھی کی جائے گی۔ لہٰذا شرکت کے خواہشمند حضرات زیادہ سے زیادہ یکم مارچ تک اپنی عمر اور تعلیمی استعداد کی تفصیل اور مستطیع یا غیر مستطیع کی صراحت کے

ــــــ ساتھ درج ذیل پتہ پر ارسال کریں ــــــ

زین العابدین جوّاد۔ صدر انجمن خدّام القرآن سندھ

ال[illegible] یئر روڈ، نزد آرام باغ، کراچی (فون: ۲۱۶۵۸۶)

© rasailojaraid.com